کفالتِ عامہ کا تصور اور الہامی مذاہب: عہدِ حاضر کے تناظر میں استفادہ کی صورتیں

Concept of Public Sponsorship &DivineRelgions: Forms of Utilty in the Context of Present Era

Muhammad Nasrullah

PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore:

nasrullah.havailvi@gmail.com

Dr. Tahir Masood Qazi

Associate Professor / HOD, Deprtment of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore:

drtmqazi@lgu.edu.pk

Abstract:

Judaism,Christianity and Islam are revealed religions in the world. The teachings and commandments of these religions are focused on compassion and cooperation with their fellow human beings. They lay stress on sponsorship for the aggrieved and deprived communities.Islam, especially urges to sponsor the poor, the needy, the destitutes, the widows, the orphans and the hanicaped etc.Exemplary model of sponsorship can be viewed during the eras of The Rasool ﷺ and Khilafat-i-Rashida. This article presents an analytical and comparative study of concept of sponsorship in these religions and its socio-economic impacts on society.Insurance and social security systems of present westeren world are also evaluated at par with Islamic conept of sponsorship. This is qualitative research in which data is gathered from secondary sources,books,articles and online sources.

Keywords: *Divine Religions, Judaism, Christianty, Islam, Sponsorship, Social Security System, Insurance*

تعارف

کفالتِ عامہ کا بدیہی فلسفہ یہ ہے کہ ضروریاتِ زندگی مثلاً غذا، لباس، رہائش اور تحفظ جان کو بطور بنیادی حق یقینی بنایا

جائے۔ کفالت کا مطلب ہے کسی کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہونا۔"الکافل" یتیم کی سرپرستی کرنے والے اور خبر گیری کرنے والے کو کہتے ہیں جبکہ "الکفالۃ "ضمانت کو کہتے ہیں۔[1] اسلامک انسائیکلوپیڈیا میں کفالت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مطالبہ میں اپنا ذمہ کسی دوسرے کے ذمے سے ملادے تو اس فعل کو کفالت اور ضمانت کہتے ہیں۔ جس نے ذمے لیا اسے کفیل یا ضامن کہا جائے گا۔[2] اس طرح جو شخص کسی دوسرے فرد کے اخراجات برداشت کرتا ہے، وہ کفیل کہلاتا ہے۔ کفالہ حقیقت میں کفل سے ماخوذ ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کا کسی اور شئے کو اپنے ضمن میں لینا، پرورش کرنے کو بھی کفالہ کہتے ہیں۔[3]

شرعاً کفالت اس چیز کا نام ہے کہ اصیل سے ہٹا کر کفیل کے ذمہ کوئی کام ڈال دیا جائے۔[4] علمِ فقہ میں انسانی ضروریات کی تکمیل کے لئے عام طور تین الفاظ کفالت، نفقات اور حوائج مستعمل ہیں۔ جو مال انسان اپنے خاندان اور دیگر رشتہ داروں پر خرچ کرتا ہے، اسے نفقہ کہتے ہیں۔[5] ہر وہ چیز جس کے ازالے یا تلافی کی ضرورت انسان اپنے دل میں محسوس کرتا ہے، وہ حوائج کہلاتی ہیں۔[6]

اگرچہ مشیتِ ایزدی کے تحت رزق کی تقسیم میں تمام انسان مساوی نہیں ہیں لیکن معاشی زندگی میں پسماندہ رہ جانے افراد کی کفالت اور دادرسی صاحبِ ثروت اشخاص کی اخلاقی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومتِ وقت کا بھی فرض ہے کہ وہ جملہ افراد معاشرہ کی بلا تمیز رنگ، نسل اور مذہب سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق کی ضمانت دے اور ان کی کفالت کی ذمہ داری اُٹھائے۔

---

[1] ۔المنجد (عربی اردو)، (کراچی، دارالاشاعت، س۔ن)، بذیل ک۔ف۔ل، ص:786-787

[2] ۔ منشی محبوب عالم، اسلامک انسائیکلوپیڈیا، (لاہور، اردو بازار، الفیصل ناشران، 1975ء)، ص:584

[3] ۔ الجمهرة معلمه مفردات المحتوی الاسلامی، Islamic.content.com

[4] ۔ شامی، محمد بن عمر الشہیر، ابن عابدین، (1252ھ)، ردالمختار (فتاویٰ شامی)، (بیروت، دارالفکر، س۔ن)، ج:5، ص:281

[5] ۔ ابن نجیم، شیخ، زید الدین (م970ھ)، البحر الرائق، (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س۔ن)، ج:4، ص:183

[6] ۔ حافظ محمد سعد اللہ، بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام، (لاہور، اقبال پبلشنگ کمپنی، 1999ء)۔ ص:21

دور حاضر کی چکاچوند ترقیات کے باوصف آج کا انسان معاشی زبوں حالی سے دوچار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اسبابِ معیشت کی نامنصفانہ اور غیر عادلانہ تقسیم ہے، جو مغربی دنیا کے چند انسانوں کے وضع کئے ہوئے نظامہائے معیشت کا شاخسانہ ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں اہلِ مغرب نے برطانوی وزیر بیورتیج کے ایما پر سوشل سیکورٹی کی شکل میں کفالتِ عامہ کا جو تصور پیش کیا، وہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف تھا۔ اہلِ مغرب کے لئے یہ کفالت کا پہلا قدم ہو سکتا تھا لیکن عالمِ اسلام کے لئے یہ نئی بات نہیں ہے کیونکہ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے چودہ سو برس قبل غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور ضعیفوں کی دادرسی کے لئے کفالت کا جو جامع اور عدیم النظیر نمونہ پیش کیا، عہد حاضر کا سوشل سیکورٹی سسٹم اور انشورنس کا نظام اس کے مقابل کوئی بھی مثال پیش کرنے سے کلیتاً قاصر ہے۔ اگرچہ اسلام سے قبل یہودیت اور عیسائیت بھی کفالت عامہ کے تصور کو اپنی حد تک اجاگر کر چکے تھے لیکن اہلِ مغرب کی مذہب سے بیزاری اور الہامی کتب میں تحریف و تبدل نے اس تصور کو قدرے مبہم کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بیسویں صدی میں برطانوی وزیر کو ہی کفالت عامہ کے تصور کا خالق قرار دیا۔

کفالتِ عامہ کی اہمیت و ضرورت

کفالتِ عامہ دورِ حاضر کا نہایت ہی اہم موضوع ہے۔ تاریخی شواہد اس بات کے غماض ہیں کہ اس کا تعلق گزشتہ الہامی اور غیر الہامی ادیان دونوں میں بدرجہ اتم موجود رہا ہے لیکن عہدِ حاضر کی معیشت میں بے اعتدالی اور عدمِ توازن نے اس کی اہمیت و ضرورت میں گوناگوں اضافہ کر دیا ہے۔ فی زمانہ لادین عناصر نے مذہب کو ایک نجی معاملہ قرار دیکر زندگی کے جملہ معاملات کو منتشر اور غیر منظم کر کے رکھ دیا ہے۔ اندریں حالات وقت کا تقاضا ہے کہ اہلِ عالم کو الہامی مذاہب کی ان تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، جن میں سماجی انصاف، فلاح و بہبود اور معاشرے کے محروم و پسماندہ افراد کی اعانت و دادرسی کا درس ملتا ہے۔ ان میں یہ احساس اُجاگر کیا جائے کہ یہ افعال رضائے الٰہی اور اُخروی فلاح کا سبب راستہ ہیں۔ الہامی کتب میں یہودیت کو امن و امان، انصاف پسند، الفت و محبت اور دکھ درد بانٹنے والا مذہب بتایا گیا ہے۔ چنانچہ امولیہ رنجن مہاپتر لکھتے ہیں:

"تم میرے لیے پاکیزہ بنو کیونکہ میں تمہارا خداوند پاک ہوں"۔[7]

بائیبل میں رفاعی تعلیمات، خیرات، صدقات، سخاوت اور مال وزر کی ذخیرہ اندوزی کرنے سے احتراز کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ عہد نامہ جدید میں لکھا ہے:

"میں نے تم کو سب باتیں کر کے دکھادیں کہ اس طرح محنت کر کے کمزوروں کو سنبھالنا اور یسوح مسیح کی باتیں یاد رکھنا کہ اُس نے خود کہا دینا لینے سے مبارک ہے۔"[8]

اسلام میں رفاہ عامہ، حقوق العباد کی ادائیگی اور محروم افراد کی کفالت کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس کے نظامِ کفالت میں اوّلیت اس بات کو دی گئی ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی بھی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم و درماندہ نہ رہے۔ تقوٰی میں کمال حاصل کرنے کے لیے جن صفات کا ہونا ضروری ہے، اُن میں سے ایک صفت غرباء کو کھانا کھلانے کی تلقین بھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

{أرءيتَ الذى يكَذِّبُ بالدِّينِ، فَذٰلِكَ الَّذِى يدُعُّ اليتِيمَ، وَلَا يحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ}[9]

ترجمہ: کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جو جزا و سزا کا منکر ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی تلقین نہیں کرتا۔"[10]

یعنی خود کھانا کھلانا تو الگ بات ہے بلکہ جو مسکین اور یتیم کو کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتا وہ تو گویا ایسا شخص ہے جس کا یومِ حساب پر یقین نہیں ہے۔ اسلام نے کفالت کی اہمیت کو یہاں تک نمایاں کیا کہ متمول افراد کی دولت میں محروم اور بے کسوں کا حصہ رکھا۔ اس کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

[7] ۔ امولیہ رنجن مہاپتر، فلسفہ مذاہب، (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، س۔ن)، ص:176

[8] ۔ عہد نامہ جدید، رسولوں کے اعمال، (لاہور، علمی کتب خانہ)، 35:20

[9] ۔ القرآن، الماعون، 107:1-3

[10] ۔ آرٹیکل ھٰذا میں شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (المتوفی 1230ھ) کے ترجمہ قرآن (موضح القرآن)، ناشر: کراچی: ایچ۔ سعید کمپنی سے آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔

{فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُوْمٌ، لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ}[11]

ترجمہ: ''ان کے اموال میں ایک مقررہ حصہ ہے، مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا۔''

درج بالا آیات میں امراء کے لیے ایک راہ عمل متعین کر دی گئی ہے اور پھر اس حق کے مقصد کو درج ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے:

{كَيْ لاَ يكُونَ دُوْلَةً بَيْنَ الأَغْنِياءِ مِنْكُمْ}[12]

ترجمہ: ''تا کہ وہ (دولت) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔''

اسلامی ریاست کی معاشی پالیسی کا اساسی اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ وہ صرف مالداروں میں ہی گردش کرتی رہے۔ اسی مقصد کے لیے زکوٰۃ وصدقات کا نظام قائم کیا گیا بلکہ مختلف قسم کے کفارات کی صورت میں نادار افراد کی ضروریات کا سامان بھی مہیا کیا گیا۔ قوانینِ وراثت سے میت کے ترکے کی دولت کو زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیلانے کا بندوبست کیا گیا۔ اسلام اس بات کا مقتضی ہے کہ اہلِ حاجت کی حاجات کو مقدم رکھا جائے۔ الہامی ادیان خصوصاً اسلام کے کفالت عامہ کے اس تصور پر عمل پیرا ہو کر دنیا ایک مثالی معاشرے کا روپ دھار سکتی ہے۔ دورِ حاضر میں مغربی دنیا کے سیکولر افراد اور بعض مسلم دانشوروں کی جانب سے یہ منفی پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ مذہب میں کفالتی نظام کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ اندریں حالات سامی ادیان خصوصاً اسلام کے تصورِ کفالت کو اُجاگر کرنے کی چنداں ضرورت ہے تا کہ ان کے باطل نظریات اور گمراہ کن خیالات کا رد کیا جاسکے۔

الہامی مذاہب میں کفالتِ عامہ

دنیا کے الہامی اور غیر الہامی مذاہب میں کفالت عامہ کا تصور پایا جاتا ہے البتہ غیر الہامی مذاہب میں یہ تصور قدرے مبہم ہے۔ یونانی فلاسفر زسقراط، افلاطون اور ارسطو وغیرہ نے معاشرے کے محروم اور پسماندہ افراد کی

---

[11] ۔ القرآن، المعارج: 24-25

[12] ۔ القرآن، الحشر، 7:59

داد گیری اور معاونت کے بارے میں کوئی اٹل اصول مدون نہیں کئے ۔ افلاطون کی کتاب " مکالمہ جمہوریہ (Republic)" سے پتا چلتا ہے کہ جس طرح فرد کا اخلاقی نصب العین انفرادی عدل ہے اسی طرح ریاست کا اخلاقی نصب العین اجتماعی عدل ہے"۔[13] ہندومت میں بنیادی طور پر مذہب کا مقصود ابتدائی زمانہ میں فرد کی اپنی بھلائی اور بعد کے دور میں فرد کی اپنی نجات رہا ہے۔ بدھ مت کے مطابق بھلائی کرنے والا جب اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں جاتا ہے تو وہاں اس کے اچھے اچھے کام اس کے رشتہ دار اور دوستوں کی طرح استقبال کرتے ہیں۔"[14] جین مت کے اہم تہوار پاریوسانا میں پوری دلجمعی کے ساتھ دوسروں کی خدمت کرنا اور آخر میں فقراء اور مساکین میں خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔[15] سکھ مت میں انسانی بھائی چارے، تزکیۂ نفس، زندہ چیزوں پر رحم کرنا، جسم اور ذہن کی پاکیزگی، مرد اور عورت کی برابری، دوسروں کی خدمت، کھانے پینے اور پہننے کے انداز میں آزاد خیالی کا پیغام ملتا ہے۔"[16] مجوسیت میں غرباء کی خدمت، خیرات، ایمانداری، صداقت، نیک اعمال، نیک خیال، رحمدلی اور تقویٰ اخلاقیات کا نمایاں حصہ ہیں۔[17] چین میں کنفیوشس نے باہمی مراعات اور ہمدردی پر بہت زور دیا ہے۔ جاپانی مذہب شنتوازم میں باہمی رواداری اور تعاون کا جذبہ تھا، جس کے نتیجے میں کفالت عامہ جنم لیتی ہے۔

عالمِ انسانیت میں اس وقت تین الہامی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام پائے جاتے ہیں۔ یہ تینوں ادیان عقیدہ توحید پر قائم ہیں اور ان کے پاس اپنی الہامی کتب موجود ہیں۔ اگرچہ تورات اور انجیل میں تحریفات ہو چکی ہیں لیکن بایں ہمہ ان ادیان کی تعلیمات کو الہامی ہی مانا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تصور کفالت میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ ان مذاہب کے کفالتی نظام کی بنیادی باتوں اور مماثلت کا مختصراً تذکرہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

---

[13] ۔ نعیم احمد، تاریخ فلسفہ یونان، (لاہور، علمی کتب خانہ، 1972ء)، ماخوذ ص:137-148

[14] ۔ لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، اردو مترجم: سعدیہ جواد، یاسر جواد، (لاہور، مزنگ روڈ، المطبعہ العربیہ، 2003ء)، ص:237

[15] انیس احمد، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، (لاہور، مکتبہ قاسم العلوم، س۔ن)، ص:26

[16] ۔ امولیہ رنجن مہاپتر، فلسفہ مذاہب، ص:203

[17] ۔ ڈاکٹر اصغر علی، مذاہب عالم کا فلسفہ اخلاق اور اردو نعت نگار، naatkainat.org>24.3.2017

یہودیت میں کفالت عامہ کا تصور

عہد نامہ عتیق یہودیت کا مرکزی آخذ ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب تورات اور حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل صحائف کا مجموعہ ہے۔ توریت بنیادی طور پر اخلاقی قصوں اور کہانیوں پر مشتمل ہے جس کا مقصد انسان کی فلاح اور اسے سیدھا راستہ دکھانا ہے۔ یہودیت میں اعلیٰ انسانی اقدار اور مذہبی تعلیمات تو موجود ہیں لیکن یہ اور بات ہے کہ ان پر عمل نہ ہو۔ یہودیت کے مطابق زندگی اخلاقی تگ و دو کا نام ہے اور انسان کو خدا کی اُلوہی سرگرمیوں میں اس کا رفیق کار بننا ہوتا ہے۔ یہودیت اخلاقیات اور کامل طرزِ عمل کی تعلیم دیتی ہے۔ یہودی مذہب میں کسی نہ کسی درجہ خیرات و صدقات کے بارے میں اسلامی تعلیمات اور اقدار سے زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہودی تعلیمات کے مطابق خیرات دہندہ کو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ (یعنی عشر) فی سبیل اللہ دینا لازمی ہے۔ خیرات کے حصول میں بوقت ضرورت حکومت کی مداخلت کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ بیرن نے اپنی کتاب ''یہودیت کی زندگی'' میں سماجی بہبود کے حوالے سے لکھا ہے۔

''Now the biblically and Taimdically mandated requirements of aid to poor comprised under two headings Jemilith Hasadim (voluntary acts of charity and Zedaka (inforceable obligation of justice) became the responsibility of communal institution.''[18]

ترجمہ: بائیبل اور تلمود کی رو سے غرباء کی مدد کے لئے دو طرز کے احکامات ہیں۔ ایک جیملتھ ہسٹاڈیم یعنی زکوۃ و صدقات کی رضاکارانہ طور پر ادائیگی، دوسرے زیداکا یعنی قابلِ نفاذ عدل و انصاف، یہ دونوں احکامات اجتماعی ادارے کے فرائض میں شامل ہیں۔

محولہ بالا عبارت سے عیاں ہوتا ہے کہ یہودی مذہب معاشرے میں امن و سکون اور استحکام کے لئے دو بنیادی امور یعنی سماجی انصاف اور غریب و بے کس لوگوں کی خیرات کی مد سے معاونت اور داد گیری کو لازمی قرار دیتا ہے۔ یہودیت میں بھی ایثار، ہمدردی اور اخوت کے جذبات و احساسات فروغ پاتے ہیں۔ اس مذہب میں انسانی ہمدردی کا درس بھی ملتا ہے۔ یہودی مذہب کے ماہر سکالر کرافرڈ ہوویل لکھتا ہے:

---

[18] ۔Baron,Jewish Life,Vol:2,Chapter:16

''The Jewish moral code of the fifth century B.C… within the limits of the nation it recognized not only the administrative duties of honesty and justice but also the gentler virtues of kindness and love to the poor and distressed and to all one's brethren''.[19]

ترجمہ: یہودیت کا پانچویں صدی قبل مسیح کا اخلاقی ضابطہ --بطور قوم اپنی حدود میں اُس نے نہ صرف امانتداری اور انتظامی ذمہ داریوں کو سرِ تسلیم خم کیا بلکہ غرباء، مفلسوں اور اپنی قوم کے جملہ بھائیوں کے ساتھ باہمی ہمدردی اور پیار جیسی نرم خوبیوں میں پہچان پیدا کی۔

یہودی مذہب میں معاشرے کے محروم اور پسماندہ افراد کی کفالت اور داد رسی کے لئے صدقاتِ واجبہ اور نافلہ دونوں طریقوں سے حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ان کی مذہبی کتب میں لکھا ہے:

''یہودیت میں صدقات واجبہ کی ایک قسم ساتویں سال باغات اور کھیتوں کو حاجتمند لوگوں کے لئے چھوڑ دینا بھی ہے تاکہ اہلِ حاجت افراد اور جانور اس سے مستفید ہو سکیں''۔[20]

الغرض یہودی مذہب میں کفالتِ عامہ کے سلسلے میں نفلی صدقات کی بجا آوری کے لئے سوختی قربانیاں ،دہ یکیاں، ذبیحے اور نذرانے ادا کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت کے خاتمے کے لئے نفلی صدقات و خیرات کے معنیٰ و مفہوم کو زیادہ وسعت سے بیان کیا گیا ہے۔ مفلس اور نادار اشخاص کی داد رسی اور معاونت کے لئے نرم روی اختیار کرنے کا اس مذہب میں عندیہ ملتا ہے۔ مزید بر آں جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی بھی گئی ہے۔ فی سبیل اللہ خرچ کیا ہوا مال بہترین مال شمار ہوتا ہے۔ یہودی مذہب میں صدقاتِ واجبہ کی ادائیگی کو ضروری قرار دیکر مفلس افراد کی دادرسی کا مستقل دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہودیت میں کفالت کے اس اقدام سے معاشی و معاشرتی لحاظ سے مثبت اور دیرپا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

[19] .Crawford Howel, Juaismand Christianity,Boston: Little Brownard company,1890,P#292

[20] . Exodus 23:10-11

عیسائیت اور کفالت عامہ

عیسائیت ایک الہامی مذہب ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔ اس مذہب میں انسانی نجات کے لیے عبادات و معاملات کا پورا نظام متعارف کرایا گیا ہے۔ Exodus کے مطابق:

"عیسائیت میں کفالت کے تصور کو اجاگر کرنے کے لئے ایک اصطلاح اگیپ (agape) استعمال کی جاتی ہے اور صدقات و خیرات کو انسانوں کے درمیان باہمی مؤدت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے"۔[21]

کرنتھیون کے مطابق:

"خیرات و صدقات اللہ تعالیٰ کی محبت کو اُبھارنے والا عمل ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے رزق سے اس کے راستے میں خرچ کرے"۔[22]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں خیرات، نفس کُشی، ترکِ دنیا، تزکیۂ نفس، ہمہ گیر محبت اور خدا پر یقین کا بیج بویا گیا ہے۔ وہ پاکیزگی اور سچائی کے مبلغ تھے۔ اُن کی اخلاقی تعلیمات کے بارے میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"عیسائیت میں اخلاقیات کی بنیاد دو نظریات پر ہے۔: اولاً تمام بنی نوع انسانوں سے محبت اور دوم کفارے کا تصور یعنی انسان کی پیدائش ہی گناہ کا نتیجہ ہے اور یوں اس کی تمام تر زندگی گناہ ہے یا گناہِ عظیم ہے، جس کا کفارہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی جان دے کر ادا کریں گے۔[23]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں بندوں کے درمیان برادرانہ تعلقات کے بارے میں سخت تاکید کی گئی ہے۔ انہوں نے مساوات، عفو و درگزر، عیب جوئی سے پرہیز اور عجز و انکساری کا درس دیا ہے۔ وہ اپنے دشمنوں

---

[21]. John3:16

[22]. Corinthian ,9: 8-9

[23] ۔ ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر، اخلاقیات ایرانی ادبیات، (ہندوستان، انجمن ترقی اردو، 1996ء)، ص:79-80

اور بدخواہوں سے بھی حسنِ سلوک کی تعلیم دیتے ہیں۔ عیسائیت میں صدقات و خیرات کی منظوری کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن میں لکھا ہے:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پہاڑی وعظ اور دوسرے مواقع پر خیرات دہی کے فریضے کو اتنے ہی عزم و خلوص سے بیان کیا جیسا کہ علمائے یہود کیا کرتے تھے۔ وہ یہ ہے کہ یتیموں اور بیواؤں کے پاس جانا اور ان کے رنج و غم میں شریک ہونا اور اپنی ذات کو فخر و مباہات سے پاک رکھنا۔"[24]

دکھی انسانیت کی خدمت اور کفالتِ عامہ عیسائیت کی تعلیمات کا خاصہ ہیں۔ کرنتھیون میں لکھا ہے:

"اور اگر اپنا سارا مال غریبوں کو کھلا دوں یا اپنا مال جلانے کو دیدوں اور محبت نہ رکھوں تو مجھے کچھ بھی فائدہ نہیں۔"[25]

عیسائیت میں استحصال اور ظلم و انصافی کی نہ صرف مذمت کی گئی ہے بلکہ مسکین پر زیادتی کو خداوند تعالیٰ کی بے ادبی گردانا گیا ہے۔ پرنس ڈیرک لکھتا ہے:

"Laying down our lives for our brothers includes helping them with our material resources if they are in need and if we are in a position to help."[26]

"بائیبل[27] غریبوں اور پسماندہ لوگوں کا فائدہ اُٹھانے کے خلاف سخت تنبیہ کرتی ہے۔ مسکین پر ظلم کرنے والا اس کے خالق کی اہانت کرتا ہے اور اس کی تعظیم کرنے والا محتاجوں پر رحم کرتا ہے"۔[28]

---

[24] . Hasting James (d:1922),Encyclopaedia of Religion and Ethics,(NewYark, Bloosbury T&T Clark,2000A.D)

[25] ۔عہد نامہ جدید، کُرنتھیون،3:13،(لاہور، علمی کتب خانہ)

[26] .Prince Derrek,God's plan for your money,Whitaker House,USA,1993,P#68

[27] ۔بائیبل کا مطلب ہے کتب۔ مسیحیوں کی مقدس کتاب، جس میں عہد نامہ قدیم کی 39 کتب، عہد نامہ جدید کی 27 کتب اور کیتھولک مجموعہ میں اپوکریفا کی کتابیں بھی شامل ہیں۔http://ur.m.wikipedia

[28] ۔امثال14 باب، 31 آیت

اسی جذبے کے تحت عیسائی پوری دنیا کے بچوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی فلاحی تنظیمیں بچوں اور ان کے خاندان کو خوراک، صاف پانی، کپڑے اور رہائش کے لئے مکانات مہیا کرتی ہے۔ اُن کی کفالت کرنے والی تنظیمیں اس سلسلے میں فنڈ اکٹھا کرتی ہیں۔ کفالتِ عامہ کے سلسلے میں صدقات و خیرات کو عیسائیت میں باہمی موٗدت اور موٗانست کا بڑا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے خداوند تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے فی سبیل اللہ خرچ کرنا ضروری ہے۔ انسانوں سے محبت عیسائیت کے دو اخلاقی نظریات میں سے ایک ہے۔ غریب اور مسکین پر ظلم و ستم گویا اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔ یتیموں اور بیواؤں کے دکھ درد میں شریک ہونا کسر نفسی کی علامت اور فخر و غرور کا خاتمہ ہے۔ اگر بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ تعلیمات اسلام کے عین مطابق ہیں۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ نظامِ کفالت کے بارے میں دونوں مذاہب کے تصورات ملتے جلتے ہیں لیکن اسلام نے کفالت کے تصور کو بہت زیادہ وسعت دی ہے۔

اسلام کا نظامِ کفالت

اسلام کے عطا کردہ نظام معیشت میں کفالت عامہ اور امداد باہمی کی ذمہ داریاں انفرادی طور پر متمول افراد اور اجتماعی سطح پر اسلامی ریاست کے سپرد کی گئی ہیں۔ انفرادی سطح پر معاشرہ میں مستحق افراد کی کفالت کے تصور کو قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس طرح اُجاگر کیا گیا ہے۔

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ}[29]

"اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے، اور جو ہم نے نکال دیا تم کو زمین میں سے، اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو۔"

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے اُس کے راستے میں خرچ کرنا اس کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اس سلسلے میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ رزق کا حصول حلال اور اطیب ذرائع سے ہو۔

[29] ۔ القرآن، البقرہ، 267:2

کفالت عامہ کی ترغیب

نبی مکرم رحمۃ اللعالمین ﷺ نے باہمی تعاون اور کفالت کی ترغیب و تحریص دی اور اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی بار گاہ میں مقبول و پسندیدہ قرار دیا۔ غریبوں کی کفالت کو ضروری قرار دیا اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ کوئی فرد بھوک سے مر نہ جائے۔ اس پر مزید تنبیہ کی کہ مسلم معاشرے میں اگر کوئی شخص رات بھر بھوک سے نڈھال رہا تو پوری بستی یا شہر اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضگی کا مستحق بن جائے گا۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

((أيما أَہلِ عَرْصَةٍ أَصْبَح فِيہِمْ اِمْرَءٌ جَائِعاً فقد بَرِئَتْ مِنْہِمْ ذِمَّةُ الله))[30]

ترجمہ: کسی بھی بستی میں کوئی شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو، تو اللہ رب العزّت کا ذمہ اس بستی سے بری ہے۔

اسلام کا جذبہ اخوت کفالت عامہ کا پیش خیمہ ہے ۔اسلام کی جامعیت و اکملیت پر مبنی تعلیمات وحدتِ امت کا نمونہ پیش کرتی ہیں ۔یہ تصور مسلمانوں کے قلوب سے باہمی منافرت اور بغض و عناد کا شائبہ تک ختم کر دیتا ہے اور مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند بنا دیتا ہے۔ اس بات کو حضور اکرم ﷺ نے نہایت دلنشیں انداز میں اس طرح ذکر کیا:

((مَثَلُ المؤمنينَ فِی تَوادِّہِمْ وتَرَاحُمِہِمْ وتَعَاطُفِہِمْ مِثْلَ الجَسَدِ إذا اشْتَكى منه عُضْوٌ تَداعىٰ لَهُ سائرُ الجِسْمِ بِالسَہرِ وَالحَمىٰ))[31]

ترجمہ: مؤمنوں کی مثال باہمی محبت ،مؤدت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح ہے۔ جب اس کے ایک حصے کو اذیت پہنچتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں باہم شریک ہوتا ہے۔

---

[30]۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (م405ھ)، المستدرک علی الصحیحین، (بیروت، دارالکتب علمیہ ،1411ھ)، کتاب البیوع، رقم الحدیث:2125

[31] ۔ نووی، یحییٰ بن شرف، محی الدین (م676ھ)، ریاض الصالحین، (الریاض، دارالسلام ،1932ء)، کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین، رقم الحدیث:6751

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے فوری بعد انصار و مہاجرین کے درمیان مؤاخات کا فقید المثال نمونہ پیش کیا جو تاقیامت اُمتِ مسلمہ کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

اسلام میں کفالت عامہ کا دائرہ کار

کفالتِ عامہ بنیادی طور پر اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، جس کا زیادہ تر بوجھ اسلامی ریاست کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو مختلف نوعیت کی قانونی و اخلاقی ذمہ داریاں سونپی گئیں ہیں۔ صدقاتِ واجبہ مثلاً زکوٰۃ، عشر، صدقہ ٔ فطر، کفارات اور نذور وغیرہ ایک طرح قانونی ذمہ داریاں ہیں جبکہ صدقاتِ نافلہ، قرضِ حسنہ، ہبہ، عاریت، وصیت، امانت، اوقاف، میراث اور نفقات وغیرہ کو اخلاقی ذمہ داریوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اب یہ سوال جنم لیتا ہے کہ افرادِ معاشرہ کی وہ کونسی ضروریات اور حاجات ہیں، جن کی تلافی اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے انسانی ضروریات کو دو قبیل میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ اولاً ایسی ضروریات جن پر انسانی زندگی منحصر ہے، ثانیاً ایسے حوائج جن سے انسانی زندگی میں نکھار آتا ہے۔ پہلی قسم کی ضروریات میں رہائش کے لئے مکان، پہننے کے لئے لباس، کھانے کے غذا اور بصورت علالت علاج معالجہ شامل ہے۔ اس ضمن میں مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ رقم طراز ہیں:

”ضروریات کی اس قسم میں بنیادی طور پر خوراک، لباس، رہائش کے لئے مکان، اور ابتدائی وضروری طبی سہولیات شامل ہیں۔ اسلامی ریاست تمام مذکورہ تقاضوں کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اسلامی حکومت کے امیر کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر شخص خواہ وہ دولتمند ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت اس کی معاشرتی حالت کے مطابق ان تین بنیادی ضروریات کے حصول کے لیے ہر قسم کی سہولیات اس کو بہم پہنچائے“۔[32]

---

[32] ۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن (م1962ء)، اسلام کا اقتصادی نظام، (کراچی، شیخ الہند اکیڈمی، 1951ء)، ص:153

دوسری قسم کی ضروریات انسان کو معاشرتی اور اخلاقی اعتبار سے مستحکم کرتی ہیں۔ ان میں تعلیم کا حصول، مناسب تربیت، صحتمندانہ ماحول، مقروض کے قرض کی ادائیگی، نومولود بچوں کے وظائف، معذور افراد کی کفالت، مسافروں کے لئے سراؤں کی تعمیر اور انتظام اور عورتوں کی سرپرستی وغیرہ شامل ہیں۔

عہدِ رسالت میں کفالتِ عامہ

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کفالت اور غریب پروری سے لبریز ہے۔ پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وہ الفاظ جو نبی کریم ﷺ کی مدح میں کہے وہ نظامِ کفالت کی عکاسی کرتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ روایت بیان کرتے ہیں:

((فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ))[33]

ترجمہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ہر گز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کریں گے، آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، آپ تو ناتوانوں، بے سہارا لوگوں کا سہارا بنتے ہیں، جن کا کوئی کمانے والا نہیں آپ اُن کو کما کر کھلاتے ہیں، کمزوروں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ بعثت سے قبل طبعی جذبہ کے تحت غریبوں اور مسکینوں کی کفالت فرماتے تھے۔ بعثت کے بعد لوگوں کی معاشی کفالت آپ ﷺ کو حکم الہی کے تحت سونپی گئی۔ جب مسلمانوں کو بکثرت فتوحات میسر ہونے لگیں اور بیت المال میں مالِ غنیمت کی آمد شروع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[33] ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ الجعفی (م256ھ)، الجامع الصحیح، (سعودی عرب، دار طوق نجاۃ، 1422ھ)، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: 3

((أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِالْمُؤْمِنِينَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَأَيُّكُمْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً، فَادْعُونِي فَإِنِّي وَلِيُّهُ)) [34]

ترجمہ: قرآن مجید کے مطابق دوسرے لوگوں کی نسبت میں مومنوں سے زیادہ قریب ہوں، پس تم میں سے جو آدمی قرض یا بچے چھوڑ کر انتقال کرے، تو مجھے بلاؤ میں ان کی کفالت کروں گا۔

عہد نبوی ﷺ میں محروم اور پسماندہ افراد کی کفالت کے لئے بیت المال کا شعبہ قائم کیا گیا۔ اگرچہ بیشتر مؤرخین اور محققین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت، عہد رسالت ﷺ اور عہد صدیقی میں بیت المال کا کوئی شعبہ نہ تھا لیکن معروف محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

"مسجد نبوی کے ساتھ ہی ایک کمرہ تھا، جس کی سختی سے دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ اس کمرے میں سرکاری اموال اور اجناس رکھے جاتے تھے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اس کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ گویا یہ اسلامی ریاست کا پہلا بیت المال تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے پہلے وزیر خزانہ تھے۔" [35]

اس بیت المال سے نادار لوگوں کی حاجات کو پورا کیا جاتا تھا۔ اس سادہ سی عمارت سے کفالت کے انتظام و انصرام کی وہ نمایاں جھلک نظر آتی ہے جو آنے والے دور میں اُمت مسلمہ کی رہنمائی کرتی ہے۔

خلافت راشدہ میں کفالت عامہ

خلافتِ راشدہ کے تیس سالوں میں کفالت عامہ کے سلسلے میں بیت المال کو بہت زیادہ منظم اور فعال بنایا گیا۔ خلیفہ راشد اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب عنان خلافت سنبھالی تو آپ کی اولین ذمہ داریوں میں مسلمانوں کی کفالت کی ذمہ داری تھی۔ حاجت مندوں کی ضروریات کا فوری بندوبست کرنے کے لئے آپ نے بیت المال کو اپنے گھر میں منتقل کر لیا۔ چنانچہ ابن سعدؒ اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

---

[34]۔ ھمام بن منبہ (م 101ھ)، صحیفہ، تحقیق و تدوین: ڈاکٹر محمد حمید اللہ (م 2002ء)، (جہلم (پاکستان)، بک کارنر، اقبال لائبریری و2014ء)، رقم حدیث: 121

[35]۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، (م 2002ء)، خطبات بہاول پور، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، اسلامک فاؤنڈیشن، 1997ء)، ص: 183

”آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کے دوسرے سال بیت المال کو اپنی رہائش گاہ میں منتقل فرمالیا تھا اور جس وقت جو مال آتا فوراً ضرورت مندوں میں تقسیم فرمادیتے اور کبھی بیت المال کی مد سے اسلحہ، گھوڑے اور اونٹ خرید کر راہِ خداوندی میں صرف کر دیتے تھے۔“[36]

کفالتِ عامہ کی بابت مسلم اور غیر مسلم میں کوئی تمیز روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ جب ”حیرہ“ فتح ہوا تو اس موقع پر ایک معاہدہ لکھا گیا، جس میں مسلمانوں اور دیگر مذاہب کی کفالت کا ذکر بدرجہ اتم موجود ہے چنانچہ امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

”وَجَعَلتُ لهم أيما شيخٍ ضعُفَ عَنِ العَمَلِ أو أصَابَتْه آفةٌ مِنْ آفاتٍ أو غَنِياً فافتَقَرَ وصَارَ أهلُ دينه يتَصَدَّقُونَ عليه، طُرِحَتْ جِزْيةٌ، وعِيلَ مِنْ بيتِ مالِ المسلمينَ وعِيالُهُ ما أقامَ بِدارِالهجرةِ ودارِالإسلام“[37]

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں یہ بات طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی ضعیف العمر کام کاج کے قابل نہ رہے یا ان پر زمینی و آسمانی آفت آن پڑے یا ان کا کوئی متمول شخص نادار ہو جائے اور اس کے اہلِ مذہب اس کو صدقہ دینا شروع کر دیں تو جملہ افراد کے لئے جزیہ کی رقم معاف ہے اور جب تک وہ دارالہجرت اور دارالاسلام میں مقیم رہیں گے، ان کے اہل خانہ کی کفالت بیت المال سے کی جائے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور معاشرتی و معاشی لحاظ سے ایک سنہری اور مثالی دور تھا۔ وسعتِ سلطنت کے باوجود عوام کی خوشحالی کے لئے شاندار کارنامے سرانجام دیئے گئے۔ آپ رضی اللہ نے بیت المال کو صحیح ڈگر پر اُستوار کر کے مرکز کے ساتھ ساتھ مختلف صوبوں میں اس کی شاخیں قائم کیں۔ چنانچہ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

ایک تحقیق کے مطابق "بیت المال کا باقاعدہ قیام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں 15ھ میں ہوا۔ اس کی وجہ بحرین کا 15 لاکھ درہم کا مال غنیمت تھا۔ آپ نے ایک بیت المال مدینہ منورہ میں قائم کیا جو مرکزی بیت المال کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے ناظم حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ تھے۔ اس مرکزی بیت المال کے تحت کئی

---

[36] ۔ ابن سعد، محمد بن سعد (م230)، الطبقات الکبریٰ، (بیروت، دار صادر، 1957ء)، ج:2، ص:151-152

[37] ۔ ابو یوسف ،یعقوب بن ابراہیم(م182ھ) ،کتاب الخراج ، (مکتبه الازہریه للتراث،س۔ن)،باب فی الکنائس والبیع والصلبان، ص:157

بیت المال مختلف صوبوں کے مراکز میں قائم کئے۔ان کے نگران حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ماتحت ہوتے تھے۔[38]

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں تک کی کفالت کی ذمہ داری بھی لی۔ جس کا بین ثبوت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مشہور قول ہے، جس میں آپ نے فرمایا:

"اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بکری بھی بھوک سے مر گئی تو مجھے اندیشہ ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا"۔[39]

خلافتِ راشدہ کی اس پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا کہ کفالت کی عملداری ہر ضرورت مند کی دہلیز تک پہنچ گئی۔ کفالت کو منظم کرنے والے ادارے بیت المال کی انتظامی ذمہ داری انتہائی محنتی، جفاکش اور دیانت دار افراد کے سپرد کی گئی۔ اس کی آمدنی اور خرچ کو احسن طریق سے اُستوار کیا گیا تاکہ کسی قسم کی بدعنوانی یا بدانتظامی واقع نہ ہو۔ غیر مسلم اقوام سے بھی اس سلسلے میں خصوصی شفقت کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اسی تناظر میں دورِ فاروقی کا ایک واقعہ ملاحظہ کر لیا جائے تو کفالت عامہ کے اس دور کی نمایاں جھلک سامنے آجاتی ہے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نابینا بوڑھے یہودی شخص کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے بھیک مانگنے کا سبب دریافت کیا، جواباً اس یہودی بھکاری نے کہا کہ جزیہ کی ادائیگی، معاشی ضروریات اور ضعیف العمری اس کی وجوہات ہیں۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى خَازِنِ بَيْتِ الْمَالِ فَقَالَ: انْظُرْ هَذَا وَضُرَبَاءَهُ؛ فَوَاللَّهِ مَا أَنْصَفْنَاهُ أَن أكلنَا شبيته ثُمَّ نَخْذُلُهُ عِنْدَ الْهَرَمِ"[40]

---

[38]۔ذہبی، شمس الدین(م1348ء)، کتاب دول الاسلام فی التاریخ، (بھارت، حید آباد، دائرۃ المعارف النظامیہ،1337ھ)، ج:1، ص:80

[39]۔ابو نعیم، احمد بن عبداللہ، اصفہانی(م1038ء)، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، (مصر، السعادہ،1416ھ)، ج:اول، ص:89

[40]۔امام ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:139

ترجمہ: یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے خزانچی کے پاس فرمان بھیجا کہ یہ اور اس جیسے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو، اللہ کی قسم! ہم اس کے ساتھ ہر گز انصاف نہیں کرسکتے کہ اس کی جوانی کی محنت (بصورتِ جزیہ) تو کھائیں مگر اس کے بڑھاپے میں اسے بھیک مانگنے کے لیے چھوڑ دیں۔

محولہ بالا واقعہ اس بات کو آشکارا کرتا ہے کہ اولین عہدِ اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ کس طرح بہترین سلوک کیا جاتا تھا اور کس طرح اسلامی ریاست ان کے بڑھاپے اور ناداری کی صورت میں اُن کی معاونت اور داد رسی کرتی تھی۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی چھ سال خلافتِ فاروقی کا گویا تسلسل تھے اور ان سالوں میں اسی نہج پر کفالت و حاجت روائی کی جاتی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر نور محمد غفاری لکھتے ہیں:

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں نظام مالیات وہی رہا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مروج تھا"۔[41]

آپ رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دور خلافت میں فارس، خراسان، شمالی افریقہ اور جزیرہ قبرص کے علاوہ متعدد نئے علاقے فتح ہوئے تو ان فتوحات کی کثرت سے مدینہ منورہ میں دولت کی فراوانی ہوگئی۔ آپ نے فراخدلی سے رعایا میں مال و دولت کو تقسیم کیا۔

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کے لئے سایہ عاطفت اور خیر و برکت کا ذریعہ تھے۔ آپ کے عہد میں بیت المال کے دروازے غرباء اور مساکین کے لئے کھلے رہتے تھے۔ نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین میں مال و دولت کو تقسیم کیا جاتا تھا۔ ذمیوں کے ساتھ سلوک نہایت شفقت آمیز تھا۔ ایران میں متعدد خفیہ سازشیں ہوئیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ تحمل اور رحمدلی سے کام لیا۔ یہاں تک کہ ایرانی اتنے مؤثر ہوئے کہ ان

---

[41] ۔ نور محمد غفاری، اسلام کا قانون محاصل، (لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، 1989ء)، ص:50

میں یہ بات زبان زدِ عام ہو گئی کہ اُس (حضرت علی) نے ایران کے بادشاہ نوشیرواں عادل کے دور کی یاد تازہ کر دی ۔شاہ معین الدین ندوی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"ایرانیوں نے کہا اللہ کی قسم اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی ہے"۔[42]

خلافتِ راشدہ کا دور تاریخ اسلامی کا نہایت تابناک اور بابرکت دور ہے۔اس میں غریبوں کی فلاح و بہبود اور حاجتمندوں کی دادرسی کے لئے نہایت ہی اہم اقدامات کئے گئے۔ نظامِ کفالت کو حقیقی معنوں میں اہلِ عالم کے سامنے رُوشناس کرایا گیا۔

اُموی دور میں کفالتِ عامہ

بنو امیہ کا عرصہ اقتدار تقریباً نوے سال تک محیط رہا۔ اس دور میں وسعتِ سلطنت اورانتظام انصرام کے ساتھ ساتھ رعایا کی کفالت کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں اس خاندان کے چشم و چراغ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور سنہری دور کہلاتا ہے۔ انہیں پانچویں خلیفہ راشد کے طور پر بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپؒ کے دور میں اسلام کا نظامِ تکافل و کفالتِ عامہ بہت وسعت، جامعیت اور کاملیت کا حامل تھا۔ ابو عبید قاسم بن سلام لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کے نظامِ کفالت میں بیت المال سے عطیات کی ادائیگی کے بعد مقروض کا قرض چکانے، کنوارے مرد کی شادی کے لئے حق مہر کی ادائیگی اور مفلس ذمی کاشتکار کو زمین آباد کرنے کے لئے قرضہ کی فراہمی جیسے اُمور شامل تھے"۔[43]

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ رعایا پروری کے لئے خود احتسابی کی وجہ سے ہمیشہ متفکر رہتے تھے، چنانچہ ان کے اس احساس کو درج ذیل واقعہ سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، اسے علامہ یوسف قرضاویؒ نے اس طرح رقم کیا ہے:

"ان کو اپنی رعایا کی فکر اتنی دامنگیر تھی کہ ایک مرتبہ وہ جائے نماز پر بیٹھ کر اپنا رخسار ہتھیلی پر رکھے اشکبار تھے۔ زوجہ نے سبب دریافت کیا تو بتایا میرے کندھوں پر حکومت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ میں نے جب بھوک

---

42 ۔ندوی، معین الدین شاہ(1974ء)، خلفائے راشدین،(انڈیا، دارالمصنفین، اعظم گڑھ،1954ء)، ص:230

43 ۔ابی عبید، قاسم بن سلام(774ھ)، کتاب الاموال،(بیروت، دارالفکر،2010ء)،ج:1، ص:363

سے نڈھال مفلس، بے سہارا مریض، لباس سے محروم شخص، شکستہ دل یتیم، لاوارث قیدی، ضعیف العمر، مسافر اور کثیر العیال آدمی کے بارے میں سوچا تو میں نے محسوس کیا کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ مجھ سے ان سب کے بارے میں سوال کرے گا۔"[44]

اس واقعے سے عیاں ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کفالتِ عامہ کے لئے کس قدر متردد رہتے تھے اور اپنے تئیں خود احتسابی اور جوابدہی کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری سے خوفزدہ رہتے تھے۔

دورِ جدید کا سوشل سیکورٹی سسٹم اسلامی نظامِ کفالت کے آئینے میں

سوشل سیکورٹی کے جدید تصور میں بڑھاپے کی پنشن، بے روزگاری الاؤنس، دورانِ علالت فوائد، ڈیتھ گرانٹ، معذوری الاؤنس اور خاندانی کفالت کا وظیفہ وغیرہ شامل ہیں۔ سوشل سیکورٹی کے اس تصور کے بارے میں ڈاکٹر ابراہیم لکھتے ہیں:

"کچھ یورپی مصنفین قرونِ وسطیٰ کے آخری دور میں اس کے ارتقاء کا کھوج نکالتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سوشل سیکورٹی کے موجودہ ڈھانچے سے یورپ گزشتہ صدی کے آخر میں آگاہ ہوا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں کچھ یورپی ممالک نے اس سمت میں کچھ قوانین نافذ کئے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں (Workman compensation Act 1908) کے علاوہ 1935 تک کوئی خاص قانون سازی نہیں ہوئی"۔[45]

اسلام اور موجودہ سوشل سیکورٹی سسٹم کے حوالے سے نجم الحسن اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں:

"The secular schemes of social security originated in the latter half of nineteenth century in Prussia as a measure to forestall socialism. Even earlier to this English poor laws provided relief to the downtrodden people,Islamic sustem is twelve centuries older. The main reliance of secular schemes is on social insurance schemes. The Islamic system would place greater reliance on Zakat for protecting the social contingencies

---

[44] ۔ یوسف قرضاوی، علامہ، ڈاکٹر (م 2022ء)، مشکلات الفقر و کیف عالجھا الاسلام، اردو ترجمہ: پروفیسر عبد الحمید صدیقی بنام اسلام اور معاشی تحفظ (لاہور، البدر پبلیکیشنز، 1978ء)، ص/124

[45] . Dr. Ibrahim Syed, Social Security in Islam,Date unknown, www.IRFT, Org

under the secular schemes finance have to be provided from general revenues which have many claimants.[46]"

ترجمہ: سوشل سیکورٹیز کی لادینی سکیمیں اُنیسویں صدی کے دوسرے نصف میں جرمنی میں شروع ہوئیں، جن کا مقصد اشتراکیت کے خلاف پیش بندی کرنا تھا۔ اس سے قبل انگریزوں نے کمزور سے قوانین کے تحت مظلوموں کی دادرسی کی کوشش کی تھی۔ لیکن اسلام کا یہ نظام بارہ صدیاں قبل پرانا ہے۔ ان لادینی سکیمز کا انحصار سوشل انشورینس سکیمز پر ہے جبکہ اسلامی نظام کا بڑا انحصار زکوٰۃ پر ہے اور اس کا مقصد ہنگامی حالات میں تحفظ فراہم کرنا ہے۔ اس کے برعکس سیکولر مغربی سوشل سکیموں کے لئے مالیات عام فنڈ سے حاصل کیا جاتا ہے، جس کے بہت سے دعویدار ہوتے ہیں۔

اسلام نے چودہ سو سال قبل زکوٰۃ وصدقات کا ادارہ قائم کیا تھا، جسے جدید دور کے سوشل سیکورٹی کے نام سے بھی پکار سکتے ہیں۔ مغرب کا سوشل سیکورٹی نظام انسانی ذہن کی پیداوار ہے جبکہ اسلام کا سوشل سیکورٹی سسٹم الہامی ہے اور کفالتِ عامہ کی ایک بڑی شکل ہے۔ اس کی اساس توحید، رسالت اور فکرِ آخرت جیسی اسلامی تعلیمات پر مبنی ہے جو قلبِ انسانی پر گہرائی سے اثر آفرین ہو کر اس میں اُخوت اور ہمدردی کے احساسات و جذبات کو اُجاگر کرتی ہیں۔ اسلامی اقتصادی نظام میں عوامی فلاح اور سماجی تحفظ ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ ناگہانی آفت، بے روزگاری، ضعیف العمری، اچانک موت اور دیگر مصائب کی صورت میں لوگوں کی دادرسی حکومت وقت کے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ مزید برآں اسلامی حکومت کے زیرِ انتظام غیر مسلم ذمی رعایا بھی اسلام کے نظامِ کفالت سے کماحقہ استفادہ کر سکتی ہے۔

اسلام کا نظامِ زکوٰۃ دنیائے عالم میں منظم قانون سازی کا پہلا مظہر ہے جس میں نہ صرف انفرادی سطح پر برضا ورغبت دیئے گئے صدقات شامل ہیں بلکہ باقاعدہ طور پر مقرر کئے گئے سرکاری و ریاستی کفالت کے انتظامات بھی شامل ہیں۔ اس امداد کی غرض وغایت یہ ہے کہ حاجتمند اور نادار افراد کی ضروریاتِ زندگی مثلاً خاندان کی غذائی

[46]Najmul Hassan, Social Seurity System of Islam with special reference to Zakat,ICRIE,King Abdul Aziz University , Saudi- Arabia, 1404 A.H, P.28

ضروریات، رہائش، لباس اور متعلقہ حاجات کو بغیر اسراف و بخل کے احسن طریقے سے پورا کیا جا سکے۔ چنانچہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی اسلام کے اس اجتماعی نظامِ کفالت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"یہی وہ اجتماعی کفالت (سوشل سیکورٹی کا نظام) ہے، جس کا تصور اقوامِ مغرب میں اب پیدا ہوا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ان کا سوشل سیکورٹی سسٹم اسلام کے اجتماعی کفالت کے حصار تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان کے نظامِ کفالت میں خشیت الٰہی اور باہمی ہمدردی کے جذبات ناپید ہیں۔ بلکہ مختلف نظامہائے معیشت سرمایہ دارانہ، اشتمالیت اور اشتراکیت کا مقصد عوام کے جذبات کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ اسی غرض سے 1941ء میں امریکہ اور برطانیہ نے معاہدہ اوقیانوس کے تحت عوام کی اجتماعی کفالت کی یقین دہانی کا عندیہ ظاہر کیا، حالانکہ اسلام چودہ سو سال قبل اجتماعی کفالت کی احسن طریقے سے بنیاد رکھ چکا ہے۔ بایں ہمہ بعض مغربی دانشور اجتماعی کفالت کا سہرا یورپ کے سر باندھتے ہیں اور اسلامی تاریخ کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ 1952ء میں عرب لیگ نے شام کے شہر دمشق میں سوشل سٹڈیز (دراساتِ اجتماعیہ) کے ایک حلقے کا بندوبست کیا تاکہ اجتماعی لحاظ سے کفالت کے تصور کے مختلف نظاموں کا جائزہ لیا جا سکے۔ اس حلقے کے سربراہ مسٹر دانیال سن جیرج نے اپنے لیکچر میں اجتماعی کفالت کے سلسلے میں سترہویں صدی کی شروعات کو اس کا آغاز قرار دیا۔"[47]

دانیال کے خیالات مغربی دنیا کی حد تک تو درست دکھائی دیتے ہیں لیکن اسلام کے بارے میں اس کی رائے صائب نہیں بلکہ اس کا یہ بیان اسلام کے نظامِ زکوۃ سے عدمِ واقفیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسلام کا اجتماعی تحفظ کا ادارہ موجودہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت کے نظاموں کے جلو میں فروغ پانے والے سوشل سیکورٹی سسٹم سے بالاتر نوعیت کا ہے۔ ان نظامہائے معیشت کا مقصد اس قسم کے اقدامات سے عوام الناس کے جذبات کو دبانا تھا اور نہ ان میں انسانی ہمدردی کی غرض و غایت نہیں ہے۔

مغربی انشورنس سسٹم کفالت عامہ کے تناظر میں

انشورنس انگریزی زبان کا لفظ ہے، جسے اردو میں بیمہ کہتے ہیں۔ اس میں بیمہ خریدنے والے کو آئندہ زندگی میں حادثات، موت یا پالیسی کے اختتام پر معاشی تلافی کی ضمانت دی جاتی ہے۔ بیمہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر دونوں

---

[47]۔ یوسف قرضاوی، مشکلات الفقر و کیف عالجھا الاسلام، اردو ترجمہ: پروفیسر عبدالحمید صدیقی بنام اسلام اور معاشی تحفظ، ص: 115،116

طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ بیمہ زندگی میں مختلف فوائد کے باوصف سود اور قمار بازی کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس نظام کا دائرہ کار انتہائی محدود ہے۔ ایسے افراد کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، جو اُن کے پالیسی ہولڈر نہ ہوں۔ اہلِ مغرب کا انشورنس سسٹم اور سوشل سیکورٹی کا نظام سماجی اور معاشی لحاظ سے کلیتاً تحفظ کا ضامن نہیں ہو سکتا بلکہ ان سے صرف وہی افراد ہی استفادہ کرنے کے حقدار ہو سکتے ہیں، جو اس نظام کے تحت قائم اداروں کے ممبر ہوں اور باقاعدگی سے ان کی پالیسی کی معینہ رقم جمع کراتے ہوں۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری بیمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ انشورنس کا نظام معاشی و سماجی لحاظ سے تحفظ دینے سے قاصر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محدود دائرہ کار کا حامل ہے۔ اس میں اگر کوئی فائدہ ہے تو وہ بیمہ داروں کے لئے ہے، جو عام طور پر متمول اور متوسط طبقہ کے افراد ہوتے ہیں۔ اس بیمہ کے نظام میں معاشی لحاظ سے پیچھے رہ جانے والے ان لوگوں کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے، جو پالیسی ہولڈر نہیں ہیں۔ حقیقت میں یہ سرمایہ داری سے جنم لینے والا ایک قسم کا جدید استحصالی سسٹم ہے، جس کا مدعا محض سودی کاروبار کی وسعت اور اکتناز دولت کا رجحان پیدا کرنا ہے"۔[48]

اِس کے برعکس اسلام کا نظامِ کفالتِ عامہ ہمہ جہت فوائد کا حامل ہے۔ جس کا مقصد اسلامی ریاست کے تمام باشندوں جنس، مذہب اور رنگ کے امتیاز کے بغیر ہر قسم کی سماجی و معاشی حاجات وضروریات کی کفالت، غیر متوقع پیش آمدہ حادثات کا تحفظ اور نقصانات کی تلافی کی ضمانت دینا ہے۔ اس سلسلے میں ریاست مسلم شہریوں سے صدقاتِ واجبہ وصول کر کے کفالت کا بندوبست کرتی ہے۔ مزید برآں اسلامی تعلیمات صاحبِ ثروت اشخاص کو صدقاتِ نافلہ کی مد میں ناداروں کی ضروریات کو پورا کرنے کی ترغیب و تحریص بھی دیتی ہیں۔

فی زمانہ دنیائے عالم کے مختلف خطوں میں رائج معاشی نظامہائے سرمایہ دارانہ نظام(Capitalism) ، اشتراکیت اور اس کی انتہائی صورت اشتمالیت (communism) ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی اصول "بے قید مشقت" ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اکتساب رزق کے جملہ ذرائع اور معیشت کا پورا ڈھانچہ ہر قسم کے سرکاری قانون اور مذہبی پابندیوں سے کامل طور پر آزاد ہونا چاہئے۔ اس نظام کی بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ فیاضی و سخاوت کو عملی

---

[48] ۔ نور محمد غفاری، ڈاکٹر، پروفیسر، سرمایہ دارانہ نظامِ انشورنس اور اسلام کا نظامِ کفالت عامہ، (لاہور، مرکز تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، 1991ء)، ص:35-36

طور پر کالعدم قرار دیتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے رد عمل کے طور پر اشتراکی نظام وقوع پذیر ہوا۔ جس نے روس، چین اور بعض دوسرے ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کارل مارکس نے مذہبی تصور کو افیون کی گولی سے تعبیر کیا۔ جو انسان کو بے حس اور بے عمل بنا دیتی ہے۔ کارل مارکس کا نظریہ حیات اس بات میں پوشیدہ ہے کہ (نعوذ باللہ)خدا کو جنت سے اور امارت کو زمین سے نکال دو۔ اگرچہ سوشلزم نے معاشی مساوات کا نعرہ بلند کیا لیکن حقیقتاً اس میں بدترین طبقاتی تفاوت موجود ہے۔ ان دونوں نظامہائے معیشت میں اعتدال اور توازن نہیں ہے۔ ان دونوں نظاموں میں مذہب اور اقتصادیات جدا جدا ہو گئے۔ حلال اور حرام کی تمیز، اچھے اور برے کی پہچان ختم ہو کر رہ گئی اور عملاً مذہب کو معاشیات سے الگ کر دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں کفالتِ عامہ کا صحیح تصور مبہم ہو کر رہ گیا۔

موجودہ مغربی کفالتی نظام پر طائرانہ نظر

مغرب میں مشینی دور کی آمد اور سترھویں صدی میں صنعتی انقلاب سے مزدور طبقہ کو سرمایہ دار بورژوا طبقہ کچھ حقوق اور مراعات بامر مجبوری دینے پر رضامند ہو گیا۔ ان سہولیات میں بڑھاپے کی پنشن، صحت اور سفری سہولیات شامل ہیں۔ مغرب کے اس موجودہ کفالتی نظام کا تجزیہ کرتے ہوئے ممتاز دانشور سلیم اقبال لکھتے ہیں:

> "سترہویں اور اٹھارویں صدی میں مشینی انقلاب نے ہر معاملے کو سرمائے کے تابع کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کی کثیر تعداد سرمایہ دارانہ نظام کے چنگل میں پھنس گئی۔ مغرب میں جدید فلاحی ریاست کا تصور 1930ء میں عملی صورت میں منظرِ عام پر آیا۔ سماجی امن، اتحاد اور پیداواری عمل کو برقرار رکھنے کے لئے مزدوروں کو صحت، ٹرانسپورٹ، گھر اور پنشن کی سہولیات باہم میسر کی گئیں۔ فی زمانہ ڈنمارک، ناروے، سویڈن اور فن لینڈ کو یورپ کی بہترین فلاحی ریاستیں کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ ریاستیں بہبود کے نام سے ملازمین اور لیبر کلاس سے بھاری مقدار میں ٹیکس وصول کرتی ہیں۔"[49]

معاشی ترقی اور مزدوروں کو دی جانے والی سہولیات کے کچھ مثبت اثرات بھی منظرِ عام پر آئے ہیں۔ ان میں سرِ فہرست غربت کی شرح کا کم ہونا بھی ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ یورپی ممالک کی حکومتیں اگر اپنی عوام سے

---

[49] ۔ سیلم اقبال، مغرب کی سرمایہ داریت میں فلاحی ریاست کا تصور،6جون 2020ء،بصیرت افروز، baseeratafroz.pk7 article

ٹیکس وصول کرتی ہیں تو ساتھ ہی اپنے عوام پر خطیر رقم صرف کرتی ہیں۔ایک سروے کے مطابق سویڈن، آسٹریا، جرمنی، ڈنمارک، بلجیم، فن لینڈ، فرانس اور برطانیہ اپنی مجموعی پیداوار کا زیادہ حصہ اپنے شہریوں کی فلاح و بہبود پر صرف کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں غربت کی شرح کم ہے۔ بعض یورپی ممالک میں غربت کی شرح صرف چھ فیصد ہے۔

مسلم ممالک میں بھی کفالت کے نظام کو انفرادی سطح پر منظم کرنے سعی کی جارہی ہے۔ زیادہ تر اسلامی ممالک غربت کا شکار ہیں۔ مزید یہ کہ علاقائی اور عالمی تنازعات کا شکار بھی بد قسمتی سے مسلمان ہی ہیں۔ کشمیر، فلسطین اور افغانستان کی صورتحال سب کے سامنے ہے۔ ان تمام تر باتوں کے باوجود مسلمان ذاتی سطح پر زکوٰۃ اور صدقات سے حاجتمندوں کی دادرسی کرتے ہیں۔ ملک پاکستان خصوصاً بڑے شہروں میں اس چیز کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر گداگری عروج پر ہے۔ اب تو اسلامی سربراہی کانفرس کے ادارے کی جانب سے عالمی سطح پر پندرہ رمضان المبارک کو یومِ یتامیٰ منایا جاتا ہے، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے حکمران کفالت کے اسلامی تصور کو فروغ دینے کے متمنی ہیں۔ اسلامی ممالک کو چاہیئے کہ اسلام کے کفالتِ عامہ کے اس سنہری تصور کو حقیقی معنوں میں منظر عام پر لائیں تاکہ صحیح معنوں میں صالح اسلامی معاشرہ قائم کیا جاسکے۔ اگرچہ مغرب کی مادی سہولیات بظاہر پرکشش نظر آتی ہیں لیکن ان کے درپردہ سرمایہ داروں کے اپنے مذموم عزائم ہیں۔

نتائج بحث

1۔ سامی ادیان یہودیت، نصرانیت اور اسلام نے کفالتِ عامہ کی ترغیبات دی ہیں بلکہ اسلام نے اس کا دائرہ وسیع تر کر دیاہے۔

2۔ کفالتِ عامہ یا باہمی تکافل کو یقینی بنانے کی ذمہ داری عام افرادِ معاشرہ سے زیادہ حاکمِ وقت پر عائد ہوتی ہے۔

3۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیت المال کے نظام کو اس طرح مستحکم بنیادوں پر اُستوار کرے کہ ہر شہری کی کم از کم بنیادی ضرورت پوری ہو سکیں۔

4۔ عہدِ نبوی ﷺ اور دورِ خلافتِ راشدہ میں اجتماعی طور پر امداد باہمی کے طریقہ کار کو رواج دیا گیا اور ریاستی سطح پر غرباء و مساکین کی کفالت کو یقینی بنایا گیا۔

5۔اسلام کے نزدیک جہاں کفالت ریاست کی ذمہ داری ہے وہاں پر متمول افراد کو بھی ناداروں کی حتی المقدور کفالت کی ترغیب دی گئی ہے۔

6۔اسلام کا نظام کفالت ایسا جامع نظام ہے جس میں بلا کسی تخصص و امتیاز معاشرے کے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں با اطمینان زندگی بسر کرنے لئے سامان معاش ہر حال میں میسر آجاتا ہے۔

7۔ مغرب کا جدید سیکورٹی سسٹم بیسویں صدی میں قائم ہوا جبکہ اسلام کا کفالتِ عامہ (سماجی تحفظ کا ادارہ) چودہ سو سال قبل قائم ہو گیا تھا۔

8۔اہلِ مغرب کا انشورنس سسٹم بھی کفالت عامہ کی حقیقی آئینہ داری پیش کرنے سے قاصر ہے۔

سفارشات

1۔عہدِ حاضر میں الہامی مذاہب کے تصورِ کفالت خصوصاً اسلام کے کفالتی نظام کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

2۔ مسلم ممالک میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر نظامِ کفالت کو زیادہ منظم کرنے کے انتظامات کئے جائیں۔

3۔یتیموں، معذوروں، بیواؤں اور بے سہارا افراد کی کفالت کے لئے حکومتی سطح پر خصوصی بندوبست کیا جائے۔

4۔بے روزگار مردو خواتین کو کفالتی اداروں کی معاونت سے فنی تعلیم دے کر انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع دیا جائے۔

5۔اس عملی حقیقت کو سامنے لایا جائے کہ اسلام کا نظامِ صدقات و زکوٰۃ ہی معاشرے میں حیات بخش قوت بن سکتا ہے۔